

داعی فہم علی و داعی فہم



بات کے بات



غم کتنا ہی سنگین ہو نیند سے پہلے تک



کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں جو آدمی برداشت نہ کر سکے



مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خوشی صرف اس شخص کو ہو سکتی ہے۔ جو اس زندگی میں کوئی کام کر رہا ہو۔ جو اس زندگی میں کوئی کام کر رہا ہو تو اسے مرنے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔



ادب ہی قرآن کا حافظ ہوتا ہے۔ جس نے قرآن کا ادب کیا۔ وہی اس کا حافظ ہے۔  
اگر ادب نہ ہو تو قرآن سینے سے صاف ہو جائے گا۔



پسندیدہ چیز سے جدائی موت ہے۔ جن کی پسندیدہ چیزیں موت سے پرے ہیں۔ ان  
کو مرنا آسان ہے۔ جن کی پسندیدہ چیزیں یہاں رہ جائیں گی۔ ان کے لئے موت  
مشکل ہے۔



غصہ ایسا شیر ہے جو تمہارے مستقبل کو بکرا بنا کر کھا جاتا ہے۔





اگر دل میں محبت آجائے تو زبان میں شائستگی آنا شروع ہو جاتی ہے۔

اگر مخلص دوست میسر نہ ہو تو ضمیر کی آواز حاصل کرنے کا ذریعہ آئینہ ہے۔

جہاں اکثریت کا زب ہو وہاں صداقت کا سفر کیسے ہو سکتا ہے۔



والدین کی آوازیں ضمیر کی آواز کا ہونا لازمی ہے۔



اے مولا ہمارے لئے جو بہتر ہے وہ بن مانگے دے دے۔ اور جو ہمارے لئے نامناسب ہے اس کے مانگنے کی تو نیک ہی نہ دے۔



ہم نے جن لوگوں کو اپنی موت کا غم دے کر جانا ہے، کیوں نہ ان کو زندگی ہی میں کوئی خوشی دی جائے۔



کافر اور مومن میں یہ فرق ہے کہ کافر معجزے کے بعد بھی نہیں مانتا، اور مومن معجزے کے بغیر بھی مانتا ہے۔



۲۔ انکھیں جلوے کو دیکھ کر اسے ایک خاص شعور کے ماتحت، جسم کے مختلف حصوں، دل کو، دماغ کو، انفس کو، روح کو، اور قوت متخیلہ کو نیلی کاسٹ کرتی ہیں۔ آنکھوں کے اس عمل سے عرفان ذات کے دلچسپ سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

ابتدائی زمانوں میں پیشے، مزاج کے مطابق بنائے گئے تھے۔ مثلاً معلم، طبیعتاً معلم ہوتے تھے۔

ہر اسم اپنے مسمیٰ کے ساتھ رابطہ رکھتا ہے۔ اور یہ رابطہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

مایوسی راستے کا سب سے بڑا پرہیز ہے۔



قرآن پر نہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن جس اخلاق کی تعلیم دے رہا ہے۔ وہ حسن و طہارت کا ہی اخلاق ہے۔

کسی چیز کو روکنے کے لئے خود، رکنہ پڑتا ہے۔



جس سے طاقت ملتی ہے اس سے کمزوری ملتی ہے۔ جس کو سیاست میں عزت ملے گی۔ اس کو سیاست میں ذلت ملے گی۔ جس کو دوست کی طرف سے عزت ملے گی۔ اس کو دوست ہی کی طرف سے ذلت ملے گی۔ اور جس کو اللہ کی طرف سے عزت ملے گی۔ اس کو عزت ہی ملے گی۔ اور اگر ذلت ہے تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اسے ذلت دیتا ہے۔



اللہ تعالیٰ کا اقرب جنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دوری دوزخ ہے، عشق نبی ﷺ جنت ہے۔ اور عشق نبی ﷺ سے دوری دوزخ ہے۔



جب موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ آ جائے تو موت کے بعد ملنے والے انعام موت سے پہلے ماننا شروع ہو جاتے ہیں۔

کوئی انسان اللہ کے بغیر نہیں اور اللہ ہر انسان کے علاوہ ہے۔



گھر والوں کو خوش رکھو اللہ خوش ہو جائے گا۔



خزانے محدود ہیں۔ لیکن انسان کے پاس وقت محدود ہے



جس نے اللہ کا راز دریافت کر لیا۔ اس نے یہ ہی کہا کہ اس کی معرفت یہ ہی ہے کہ  
اس کی معرفت نہیں ہو سکتی۔



اگر آپ کی نگاہ بلند ہونے سے قاصر ہے تو اپنے پاؤں کے پاس دیکھو۔ کوئی نہ کوئی چیز آپ کی توجہ کی محتاج ہوگی۔



کائنات سے توجہ طلب کرنا اتنا اہم نہیں، جتنا اس کو توجہ دینا۔



ماضی گیا، ختم ہو گیا، لیکن نہ جاتا ہے نہ ختم ہوتا ہے۔



لوگ دوست کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بحث کو نہیں چھوڑتے۔



جب ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے اپنے ارشاد کے مطابق وہ ہمارا ذکر کرتا ہے۔



نیکی دراصل انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کا نام ہے،۔ خالی نیکی تو کوئی نیکی نہیں۔





مجرم وہ ہوگا۔ جو قانون کی زد میں آئے۔ اور جو قانون کی نظر سے بچ جائے۔ وہ مجرم ہی نہیں کہلائے گا۔ لیکن گنہگار، گنہگار ہے، چاہے لوگوں میں نیکو کاری کیوں نہ مشہور ہو۔



اگر جیب برابر ہو بھی جائے تو ذہن برابر نہیں ہوگا۔



لوگ حکمران بننا چاہتے ہیں۔ لیکن بنے ہوئے حکمرانوں کے خلاف نفرت رکھتے ہیں۔

آپ کسی کے الفاظ یا آفتگوں کر یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کس پیشے سے تعلق رکھتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

اگر عشق زندہ ہو تو نفس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

آنکھیں بولتی نہیں ہیں۔ صرف دیکھتی ہیں۔ لیکن آنکھوں کے انداز نظر پر سب گویا نیاں  
 نثار ہو جاتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

جب تک سچے لوگوں کی اکثریت نہیں ہوتی، جمہوری فیصلے غلط ہیں۔

☆ ☆ ☆

سلیم: طرّت لوگ سیاست سے گریز کرتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ زیادہ ہی مظلوم بنادینے جاتے ہیں۔ سلیم اور حلیم: طرّت لوگوں کو آگے آنا چاہیے۔ کہ سفر کا رخ صحیح ہو۔

☆ ☆ ☆

چھن جانے کے بعد بہشت کی قدر ہوتی ہے۔





اگر تیری نسبت باقی کے ساتھ ہوگئی تو تو باقی ہو جائے گا۔ اب تیری نسبت فانی کے ساتھ ہے۔ اس لئے تو فانی ہے۔ فنا سے نسبت اٹھا کے بقا میں لگا دے۔ تو سب آسان ہو جائے گا۔



اگر تذبذب کو تسلیم میں داخل کر دو تو موت سے پہلے مرنے کی بات سمجھ آ جائے گی۔



تصور شیخ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو بھی کام کر رہے ہیں، اگر شیخ موجود ہوتا تو وہ اس کام کو کیسا ہونا پسند کرتا۔ یعنی یہ ایسی کیفیت ہے کہ آپ جو بھی کام کر رہے ہیں، شیخ کی عدم موجودگی میں بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو۔



اگر صرف با وضو ہو کر انسان سو رہے تو نیند کا عرصہ بھی عبادت گنا جائے گا۔

کبھی انسان، انسان پر مر رہا ہوتا ہے اور کبھی انسان، انسان کو مار رہا ہوتا ہے۔





دنیا کے خلاف فریاد نہ کریں کوشش کریں کہ کوئی آپ کے خلاف فریاد نہ کرے۔



غیبت کے بارے میں ایک دفعہ کسی نے حضور اکرمؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ غیبت کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کسی انسان کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں وہ بات کہنا۔ جو اس کے منہ پر نہیں کی جاسکتی۔ سائل نے عرض کیا۔ کہ اگر اس کے منہ پر کہہ دیا جائے تو آپؐ نے فرمایا۔ تو یہ بے حیائی ہوگی۔

اسلام میں رہبانیت منع ہے۔ خدا کو چھوڑ کر بندوں میں مصروف رہنا بھی رہبانیت کی ایک شکل ہے۔ اور انسانوں کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہنا بھی ایک طرح کی رہبانیت ہے۔



انسان دوستی اور انسان نوازی تو کی جائے لیکن انسان پرستی نہ کی جائے، پرستش اللہ کی اور خدمت انسان کی۔



جس انسان نے روزہ نہ رکھا ہو تو اس کے لئے عید کی خوشی بے معنی ہے۔ ایک سیاسی اور سماجی ضرورت ہے۔



یہ ملک اناکھوں جانوں کی قربانی سے بنا ہے، کسی غریب کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر اس پر  
بند قلم کرے یا اس پر مسلمان قلم کرے۔ غور کرنے کا وقت ہے۔



یا اللہ اوالاد کو والدین کی گستاخی سے بچا۔ اوالاد کو والدین کی ناراضگی سے بچا۔



آنکھیں محبت شناس کراتی ہیں۔ اور زندگی نثر سے نکل کر انظم میں داخل ہو جاتی ہے۔



امیر کی صداقت قوم میں صداقت فکر پیدا کر دیتی ہے۔



اللہ کا عذاب اس وقت تک نہیں آتا۔ جب تک عذاب سے ڈرانے والا نہ آئے۔

سب ساءمت تو ہم ساءمت۔



☆☆☆

☆☆☆

دولت عزت پیدا نہیں کرتی، دولت خوف پیدا کرتی ہے۔



چور ضرورت کا نام ہے، بندہ اندر سے برائی میں ہوتا۔ ضرورت ہی برا کرتی ہے۔ اور ضرورت ہی نیک کرتی ہے۔ ضرورت نکال دو بندہ ٹھیک۔



ہمارے ہاں دقت یہ ہے کہ جو علماء صاحبان ہیں، وقت کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ اور جو لوگ عظیم ہیں۔ وہ احکام شریعت سے غافل نظر آتے ہیں۔



دنیا دار کے لئے جہاں صبر کا حکم ہے، وہاں اللہ کے بندوں کو شکر کرنے کا حکم ہے۔

اکثریت کو صداقت شناس کیا جائے۔ اس میں حق گوئی اور بے باکی پیدا کی جائے۔۔۔  
یہ مرحلہ طے ہو جائے تو جمہوریت سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔



ظاہر ضروری نہیں کہ باطن کا عکس ہو۔



خالق کے خیال کو چھوڑ کر مخلوق کے خیال میں گم ہونے والا انسان دین و دنیا کے خسارے میں رہتا ہے۔



دنیا کے عظیم انسانوں میں صرف ایک یا چند صفات کی عظمت ہے۔ واحد عظیم ہستی حضور اکرمؐ کی ہے۔ جن کی زندگی کا ہر شعبہ مثالی ہے۔ ہر عمل بے مثال، جن کی ہر صفت، جن کی نشست و برخاست، جن کا جاگنا، سونا اور جن کا بولنا، سننا، باعث تقلید ہے۔

رحمت حق اس شخص کی تلاش میں رہتی ہے۔ جس کی آنکھ پر غم رہتی ہے۔



ہم بیانا بناتے رہتے ہیں۔ لیکن خود کو مانپنے کا وقت نہیں رکھتے۔



اگر منظر نہ ہو تو نظر کس کام کی۔



ایک سماج میں امیر اور غریب کے درمیان جتنا فاصلہ بڑھتا جائے گا۔ اتنی ہی اس سماج میں کرپشن بڑھتی جائے گی۔



اگر معاشرے میں باضمیر پیدا ہو گئے تو مردہ ضمیر ویسے ہی رو پوٹھو جائیں گے۔



گناہ کی تلاش ہی تو گناہ ہے۔



اللہ نے آدم کے لئے شیطان کو نکال دیا۔ اور آدم نے شیطان کے لئے اللہ کے امر کو چھوڑ دیا۔



باندہ طہرت انسان پست حالات سے گزریں تو بھی ان کا مزاج پست نہیں ہوتا۔

دنیا میں کوئی ایسی نصیحت نہیں جو پہلے نہ کی گئی ہو۔



اسلام سے محبت کا دعویٰ کرنے والو! مسلمانوں سے نفرت نہ کرو۔



ہم توقعات رکھتے ہیں کہ لوگ ہمارے توقعات پر پورا اتریں۔ ہمارے تقاضوں کو پورا کریں۔ لیکن ہم خود کسی کی خواندہ پر پورے نہیں اترتے۔



آج کے مسلمان، جن لوگوں کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ ان کی زندگی کو نہیں اپناتے۔





لباس کے اندر ہر آدمی ایک ہی آدمی ہے۔



وہ وقت دو نہیں۔ جب یہ وقت ختم ہو جائے گا۔



صاحبان اقتدار صادق ہو جائیں۔ ہر طرف صداقت ہی صداقت ہو جائے گی۔



جو تمہیں اچھا لگتا ہے، تم بھی اسے ضرور اچھے لگتے ہو۔



کسی پسندیدہ چیز کے چھن جانے یا کسی ناپسندیدہ چیز کے آجانے کو خوف کہتے ہیں۔



جو شخص ہر وقت ایک ہی خیال میں رہے۔ اسے نہ آنے والے واقعات کا ڈر ہے، اور نہ ماضی میں ہونے والے عمل کا۔



**THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM  
SHAAHISHAYARI.COM**

**LARGEST COLLECTION OF URDU  
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.**





☆☆☆

کسی شخص سے اس کی فطرت کے خلاف کام لینا قلمبہااتا ہے۔



اگر عالی ظرفوں کو عالی مرتبہ بنا دیا جائے تو منزل مل جاتی ہے۔



بیماری میں مختلف طریقوں کا اشتراک ہو سکتا ہے۔ لیکن صحت مند وجود اپنی فطرت کے علاوہ کسی اشتراک میں موجود نہیں رہ سکتا۔



اپنی نیک اعمالیوں پر مانا نہیں کرنا چاہیے۔ اور اللہ سے عدل کی بجائے فضل مانگتے رہنا چاہیے۔

غریب کے پاس تو اچھے زمانے کے آنے کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن امیر کے لئے برے زمانے کے آجانے کا خوف ہمیشہ سر پر تلوار بن کر لٹکتا رہتا ہے۔

اللہ عدل کرے تو اس کے آگے بڑے، بڑے جہاندار اور جہانگیر لوگ کانپتے رہیں گے۔



ہر چیز کو عزت کے ساتھ رہنے دیا جائے تو اپنی عزت بھی قائم رہتی ہے۔



فرعون کی زندگی فرعون کا انجام پائے گی۔ موسیٰ کی زندگی موسیٰ کا انجام پائے گی



بدمزاج ہونا اتنا خطرناک نہیں جتنا بدتمیز ہو جانا، کیونکہ بدتمیز آدمی الفاظ کے غلط استعمال کا مجرم بھی ہے۔



صالح و فطرت لوگوں کو اہم مقامات پر فائز کرنے سے اہم نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔



ہمارا مستقبل جب تک وہ مستقبل ہے، ایک واجمہ ہے، جب وہ ہمارے پاس آئے گا وہ مستقبل نہیں ہوگا۔ وہ حال ہوگا۔



اللہ کی محبت کی انتہائی عملی شکل اللہ کے محبوب ﷺ کی اطاعت اور محبت میں ہے۔

جو واقعہ ہو چکا، جب مجھے اس کا علم ہوتا ہے تو میرے لئے وہ واقعہ ہو رہا ہوتا ہے۔

انسان مجبوری توڑنا چاہتا ہے۔ اور فطرت اسے مجبور رکھنا چاہتی ہے۔ دونوں اپنے اپنے راستوں پر مجبور ہیں۔



مجبور ہونا کوئی بری بات نہیں، اور سچ یو چھو تو مجبور ہونا کوئی اچھی بات بھی نہیں۔



ماضی اختیار سے باہر ہوتا ہے، مستقبل غیر یقینی ہوتا ہے۔ حال کا لمحہ اتنا اہم ہے کہ اس کے ذریعے ماضی بھی درست ہو سکتا ہے، اور مستقبل بھی۔ گناہ گار ماضی، حال، میں توبہ کر کے نیک بن جاتا ہے۔ آنے والے اندیشے توبہ کرنے سے بہتر ہو سکتے ہیں۔



اولاد کو زمانہ جدید کے مطابق تعلیم دو۔ تاکہ رزق ماسکیں۔ اور دین کا علم دو تاکہ وہ برباد نہ ہو جائیں۔



قبر اس وقفے کا نام ہے۔ جو مرنے اور اٹھانے کے درمیان ہے۔ یہ وقفہ ہے مقامِ نہیں۔

ایک انسان نے کہا جب مری جاتا ہے تو عمل کیا ہے؟ دوسرے نے کہا چونکہ مری جاتا ہے اسی لئے تو عمل ضروری ہے۔

بیمار وجود کے لئے ہر موسم خطرے کا موسم ہوتا ہے۔

خطرہ بہر حال اندر ہے باہر نہیں۔

انسان مستقبل کو حال اور حال کو ماضی بنا دیتا ہے۔

گناہ ترک کرنے کا ارادہ تو بہ کا حصہ ہے۔

موت کا راز یہ ہے کہ ہم کچھ عرصہ اپنی اولاد کے پاس رہتے ہیں۔ اور پھر اپنے ماں باپ سے جاملتے ہیں۔ ڈرکس بات کا۔







پریشانی حالات سے نہیں خیاالات سے پیدا ہوتی ہے۔



وطن سے باہر رہنے والو کو وطن کی یاد پریشان کرتی ہے، وطن میں رہنے والو کو باہر جانے کی تمنا پریشان رکھتی ہے۔



اگر انسان تسلیم کر لے کہ اس کی زندگی کے ساتھ ہونے والے واقعات اور زندگی کا انجام خالق کے حکم سے ہے، تو یہ پریشانی ختم ہو سکتی ہے۔

عذاب اور عبرت کے الفاظ سننے میں بھی سخت ہیں، اور سمجھنے میں بھی۔

عبادت وہاں نہیں پہنچاتی جہاں غم پہنچا دیتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

جب تک یہ پتا نہ ہو کہ آرزو صحیح ہے یا غلط تو اس کا پورا نہ ہونا بری بات نہیں۔ اچھی آرزو نعام ہے چاہے پوری نہ ہو۔



☆☆☆

☆☆☆

غم چھوٹے آدمی کو توڑ دیتا ہے اور بڑے آدمی کو اور بڑا بنا دیتا ہے۔

ہم نے اپنے آپ کو دشمن کی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا، دشمن کبھی یہ نہیں دیکھتا کہ شیعہ کون ہے اور سنی کون ہے؟



مصلحت اندیش دور اندیش نہیں ہوسکتا۔



اس نا اہل ڈاکٹر کی طرح یہ نہ کہنا کہ ہم نے تو اپنا فرض پورا کیا۔ آگے مریض کا مقدر۔



بے باکی میں تعلق قائم رہتا ہے اور رگستاخی میں تعلق ختم ہو جاتا ہے۔



خاموشی دانا کا زیور اور راجمق کا بھرم ہے۔

گناہوں میں سب سے بڑا گناہ تو بہ شکنی ہے۔

اخلاقیات دین کا حصہ ہے۔ لیکن دینیات اخلاقیات سے بہت بلند ہے۔



تو بے کا خیال خوش بختی کی علامت ہے۔



اگر تخلیق خالق سے تعلق میں رہے۔ تو سلامت ورنہ یہی ایک قیامت ہے۔



جو انسان جتنا موثر ہوگا اس کا گناہ اتنا ہی بڑا ہوگا۔

اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

اخلاقیات کا دین اور چہیز ہے اور دین کی اخلاقیات اور چہیز



سب سے بھاری دن وہ ہے جب اعمال کے مطابق انصاف مل جائے گا۔ اور سب سے آسان دن وہ ہے۔ جب تمہیں ایسا انعام ملے۔ جو تمہارا حق نہیں تھا۔



جس دن کی رات آگنی وہ دن اچھا تھا۔ اور جس رات پر دن طلوع ہوا۔ وہ رات اچھی تھی۔ اس دنیا میں کوئی رات ایسی نہیں۔ جس پر دن طلوع نہ ہوا ہو۔



وجود گھوڑا ہے۔ اور روح اس کی سوار۔ گھوڑا مانع نہیں ہونا چاہیے۔ کہ روح بیچاری پریشان ہو جائے۔ اور گھوڑا خود سر نہ ہو کہ روح کو گرا کر چلا جائے۔



مضمین زندگی کی قدر اس سے پوچھو۔ جس کو خواب اور ادویات کے سہارے درکار ہوں۔

پست خیال انسان اپنے وجود کو پاتا ہے۔ اور بلند خیال انسان اپنے وجود کو اجالتا ہے۔

سوال کے آخری حصہ میں جواب موجود ہوتا ہے۔

عقیدے کو ثابت نہیں کیا جاسکتا اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

روزے کے انکاری جب عید مناتے ہیں تو ان کے چہرے بے نور ہوتے ہیں۔



جس انسان کو اپنے آپ پر یقین نہ ہو۔ وہ خدا پر کیا یقین رکھے گا۔



اگر انسان کا باطن صادق نہ ہو تو صداقت کا مذہب اسے کوئی فلاح نہیں دے سکتا۔



اگر آپ کسی کو زندگی کی آسانیوں میں شریک نہیں کرتے تو صرف علم میں شریک کرنے کا کیا فائدہ۔

اندیشے کی عمر بیان تک ہے۔

انسان اپنے راستے پر صحیح سفر کر رہا ہو تو بھی اسے کسی اور غلط روی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔



جس زندگی میں شوق ہوگا اس میں خوف نہیں ہوگا۔ خوف دوزخ ہے۔ شوق جنت۔

اس سے پہلے کہ ہم سے سب کچھ چھین جائے۔ ہم خود ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔



تنگہ کو بھی حقیر نہ سمجھو ورنہ وہ تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔



سکون آپ کے علاوہ جگہ کا نام نہیں ہے، اسی جگہ کے اندر خوش ہونے کا نام ہے۔



وہ شخص جو اپنے آپ کو ماحول سے بلند سمجھتا ہے۔ سکون نہیں پائے گا۔ اور وہ شخص بھی جو اپنے آپ کو اپنے ماحول سے نیچا سمجھتا ہے۔ وہ بھی سکون نہیں پائے گا۔

فائدے کا سفر بے فائدہ ہے۔

جس انسان میں ذاتی صفات نہ ہوں وہ اپنے لباس سے لے کر اپنے مکان تک اپنی ہر شے کی تعریف چاہتا ہے۔

موت کا راز یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہم اپنی اولاد کے پاس رہتے ہیں۔ اور پھر ماں باپ سے جاتے ہیں۔

خاموش چہرہ، خاموش لفظ کی طرح صاحب نظر انسان کے سامنے بولتا ہے۔

سمندر کا دل دریا ہے۔ اور دریا کا دل سمندر ہے۔





زندگی کے تپتے ہوئے ریگزار میں محبت گویا ایک نخلستان سے کم نہیں۔



محبوب ہر حال میں حسین ہوتا ہے کیونکہ حسن تو دیکھنے والے کا اپنا انداز نظر ہے۔



محبوب کو محبوب میں کچی یا خامی نظر نہیں آتی اگر نظر آئے بھی تو محسوس نہیں ہوتی۔ محسوس ہو بھی تو ناگوار نہیں گزرتی۔

زندگی صرف نیوٹن ہی نہیں، زندگی ملن بھی ہے۔



ہر قسم کے خوف سے بچنے کے لئے واحد، مناسب اور سہل طریقہ یہ ہی ہے کہ انسان میں خدا کا خوف پیدا کیا جائے۔

جب تک سمندر زندہ ہے زندگی ختم نہیں ہو سکتی۔

اگر تیرے باپ کی شادی ہوگئی ہے تو تیری بھی ہو جائے گی۔ اور تیرے بچوں کی بھی ہو جائے گی۔ شادی پیسوں سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔

جہاں اہل عقل کی حد ہوتی ہے۔ وہاں سے صاحب دل کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔

خوف کا پسندیدہ مسکن اس انسان کا دل ہے جس میں احساس گناہ تو ہو لیکن گناہ چھوڑنے کی طاقت نہ ہو۔



بزرگوں سے کی گئی گستاخی کی سزا گستاخ بچوں کی شکل میں ملتی ہے۔



جس نے والدین کا ادب کیا اس کی اولاد مودب ہوئی۔



یہ ضروری نہیں کہ غریب سکون میں ہو، لیکن یہ ضروری ہے کہ دولت مند سکون سے محروم ہوگا۔



کم آرزو والے انسان مضمین رہتے ہیں۔

تمہیں حرکت دینے والی طاقت کا نام ضرورت ہے۔ اور ضرورت کا پجاری کثرت پرست ہوتا ہے۔



یہ عجیب بات ہے کہ محنت کی عادت قائم رہے بھی تو انسان کی طاقت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔



بعض لوگ زندگی بھر کتابیں اکٹھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب انہری مکمل ہوتی ہے تو زندگی بھی مکمل ہو جاتی ہے۔



ماضی حال اور مستقبل صاحب فکر کے سامنے ایک لمحے میں سمٹ جاتے ہیں۔

سچ وہی ہے جو سچے کی زبان سے نکلے۔



صداقت کے اظہار کا ایک وقت ہوتا ہے اور ہر وقت کی ایک صداقت ہے



سچ اور جھوٹ صرف پہچان کے درجے ہیں۔ ان میں سے کچھ باطل نہیں۔



ہم جس شے سے کراہت کرتے ہیں۔ وہ دوسرے ملک میں مرغوب غذا ہے۔



اللہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے والا بھی اتنا ہی گمراہ ہے۔ جتنا اللہ سے انکار کرنے

والله





جوانی سولہ سال کی عمر کا نام نہیں۔ ایک انداز فکر کا نام ہے، ایک انداز زندگی کا نام ہے  
، ایک کیفیت کا نام ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص سولہ سال میں بوڑھا ہو، اور ایک  
شخص ساٹھ سال میں جوان ہو۔



سانس کی موت سے پہلے بہت سی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں، ہم سانس کو موت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سانس تو اعلان ہے ان تمام موتوں کا جو آپ مر رہے ہیں



جس انسان کی آنکھ میں آنسو ہیں وہ اللہ سے نہیں بچ سکتا، انسان کا اللہ سے قریب ترین رشتہ آنسوؤں کا ہے۔



اگر تمہیں پتا چل جائے کہ تمہارا رزق اللہ کے پاس ہے۔ تو پھر رزق کی تلاش نہ کرو۔ بلکہ اللہ کی تلاش کرو۔ جس کے پاس تمہارا رزق ہے۔



مذہب ماضی کی آسانی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور سائنس مستقبل کی پیچیدگیوں کی طرف۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ سائنس سے آسانی حاصل کرتے جاؤ۔ اور مذہب سے رجوع کرتے جاؤ۔



جہاں دو راستے ہوتے ہیں۔ وہاں سوچ آتی ہے۔ جس آدمی کے پاس راستہ ہی ایک ہو، اسے سوچنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔

غریب کو مایوس نہ ہونے دیا جائے۔ اور امیر کو مغرور نہ ہونے دیا جائے۔



اکثر اوقات وعدہ بات کو مکمل پرنا لے کر ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن بات ٹلتی نہیں ہے۔



سورج کا ثبوت دیکھنے والی آنکھ ممکن نہیں۔ اور دیکھنے والی آنکھ کا ثبوت درکار نہیں۔



صادق تک رسائی ہی اصل صداقت ہے۔



اس دور میں گناہ نہ کرنے والے کو بھی ثواب ہے۔



محبت کی دنیا اور دنیا کی محبت اور شے ہے۔



رزق کی راہ میں تشویش رکھنا راہ طریقت کی بڑی رکاوٹ ہے۔



ہم لوگوں کے اعمال کے مطابق ان کی سزا چاہتے ہیں، لیکن اپنے بارے میں رحم اور معافی چاہتے ہیں۔



حضور کی رات کی زندگی ابھی تک کتابوں میں نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے پردہ فرمانے کے بعد کی زندگی بھی ان کتابوں میں نہیں آئی۔



کوئی مصنف یا مورخ ایسا نہیں ہوگا، جو امام عالی مقام پر کتاب لکھے اور یہ خوانش کرے کہ امام حسینؑ شہید نہ ہوتے۔



غم ہو یا خوشی اللہ والوں کو یہ دونوں اللہ کے اوپر قریب لے جاتے ہیں۔



اعظم کا ہر اسم اعظم ہوتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

ایک ملک کی حیاتی دوسرے ملک کی حیاتی نہیں۔

خوشی روح کا وہ مقام ہے جہاں آپ ہر چیز سے مطمئن ہو جائیں۔



☆☆☆



بڑی منزلوں کے مسافر چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں نہیں پڑتے۔



☆☆☆

☆☆☆

کسی تنگ دل کا مال نہ کھاؤ۔ اس کے ہاں کھانا بھی نہ کھاؤ۔ تنگ دل انسان سے بچ کے رہو۔ تو سکون مل جائے گا۔ سخی دل انسان سے ملا کرو۔ سخی دل انسان سے اگر تم کچھ لے بھی لو گے تو بھی وہ تمہارے لئے دینا کرے گا۔



☆☆☆

☆☆☆

اسلام کے نفاذ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ بند کر دی جائے۔ اور لوگوں سے ہمدردی کی جائے، اور ان کی مدد کی جائے۔

مرنے سے پہلے ایمان کا میسر آنا بہت بڑی بات ہے۔



معافی مانگنے والا بڑا دلیر ہوتا ہے۔



عاجز، گنہگار، مغرور عابد سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔



یہ زمین کسی اور زمین کا آسمان ہے۔



آبادشہروں میں ایک اور شہر بھی آباد ہوتا جا رہا ہے اور وہ ہے قبرستان

بولنے والے کا سوز الفاظ میں سوز پیدا کرتا ہے۔

وہ گناہ جس میں کوئی انسان کبھی گواہ نہ ہو، اکثر معاف ہو جاتا ہے۔

با خبر آدمی پریشان نہیں ہوتا۔

لوگوں کے عیب چھپاؤ گے تو اللہ تمہارے عیب چھپائے گا۔



☆☆☆



دوسرے کی خامی تیسرے کو بتانا غیبت ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

غصہ اعتماد کی کمی کا نام ہے۔



مرنے کے دو ہی طریقے ہیں، غم مل جائے یا خوشیاں چلی جائیں۔



دشمن گھر میں آجائے یا دوست گھر سے چلا جائے، دونوں حالتوں میں مصیبت ہے۔



مغربی تہذیب اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی ہے۔ ان کی کوئی لذت ایسی نہیں رہ گئی جو گناہ نہ ہو۔





اعلیٰ ظرفوں کا غصہ زمانوں کو بدل دیتا ہے۔



وہ، اور تم، اکثر میں، کو متاثر کرتے ہیں۔



بدنام آدمی نیک تو بن سکتا ہے رہنما نہیں بن سکتا۔

مخلص وہ ہے جو تم سے زیادہ تمہارا خیال کرے۔



☆☆☆

☆☆☆

شیر ایک طاقتور اور خونخوار درندہ ہے، خوف پیدا کرتا ہے۔ لیکن شیر کے پاؤں کا کاٹنا نکالنے والے انسان کے سامنے شیر بھی سرنگوں ہو جاتا ہے۔

وہ المیہ جو ابھی رونما نہیں ہوا اور رونما ہو سکتا ہے۔ اندیشہ کہاتا ہے۔

سقراط کا علم جاننے والا سقراط نہیں بن سکتا کیونکہ سقراط کسی کتاب کو پڑھنے کے بعد سقراط نہیں بنا۔



جوانی بد صورتوں کو بھی دیدہ زیب بنا دیتی ہے۔



جس طرح مکھی شہد بناتی ہے اور جگنو روشنی رکھتا ہے۔ اسی طرح دانا انسان دانائی رکھتا ہے۔ دانائی کسی کوشش، عمل، یا علم کا نتیجہ نہیں۔



اگر دنیا کی رونقوں میں میرے ہونے اور نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو مجھے رونقوں سے کیا حاصل۔

آج کل روزگار تعلیم سے نہیں تعلقات سے نصیب ہوتا ہے۔

جس نے معاف کیا وہ معاف کر دیا جائے گا۔



اگر بیٹا باپ کی فکر، باپ کے تخیل، اور باپ کے حسن خیال کا شاہد نہ ہو تو دونوں کا مابعد خطرے میں ہو سکتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

جس طرح قلی کا سامان کسی اور کا سامان ہوتا ہے۔ اس دنیا میں کچھ بھی کسی کی ملکیت نہیں۔



جہاں آپ اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ وہاں آزاد نہ ہوتا۔ اور جہاں آزاد ہیں۔ وہاں پر پابند نہ ہوتا۔



مغرب کے ساتھ اس وقت مقابلہ کرو جب آپ مشرق بن جاؤ۔



اگر آپ یوسفؑ ہیں۔ تو آپ کے گیارہ بھائی بھی موجود ہیں۔ جو بھائی کے ساتھ قلم کرنے والے ہیں۔ اور بھائی کے مرتبے کے ساتھ قلم کرنے والے ہیں۔ سارا قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ جب اپنوں نے اپنوں کو دھوکا دیا وہاں کوئی علاج نہیں ہو سکا۔



شہر وہی رہتے ہیں شہری بدل جاتے ہیں۔

دولت لو بھ پیدا کرتی ہے۔ اور لو بھ خوف پیدا کرتا ہے۔

عمل، عمل کے تابع نہ ہو تو علم، علم کے مطابق نہیں رہتا۔

مقررین حق حاصل کی بجائے ایثار کو اپنا شعار بناتے ہیں۔



اللہ کی تلاش انسان کو کسی انسان ہی کے پاس تو لے جاتی ہے۔

محبوب کے ماتے ہی زندگی نثر سے انظم میں داخل ہو جاتی ہے۔

چاندنی ہو تو چاند نہیں ملتا، چاند ملے تو چاندنی نہیں ملتی۔

زندگی ایسا لطیف منظر ہے۔ جو تبصرے اور تنقید کو برداشت نہیں کر سکتا۔



اگر صرف عبادت اللہ کے اقرب کا ذریعہ ہوتی تو انسان پر زندگی کے دیگر فرائض خاندانہ نہ کیے جاتے۔



اللہ کی مخلوق کو ناپسند کرنا اللہ کی محبت سے محروم ہونے کی دلیل ہے۔



جس دیس میں ہمارا کوئی محبوب نہ ہو اس دیس سے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔



جب تک آپ کو اپنی تمنا کے منظور ہونے کی وجہ سے حاصل ہونے والی چیز کی ماہیت کا  
تہانہ ہو، اس وقت تک دُعا نہ کرو۔



بزرگوں نے اللہ کے فضل و کرم کو مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے۔ کہ اللہ سے فضل و کرم نہ مانگو، جو کر رہا ہے وہ فضل و کرم ہے۔



آج کل مفاد پرست کے پاس اپنے مفاد کا تحفظ سیاست کے علاوہ ہاں کوئی نہیں۔

جس بات سے قوم میں وحدت عمل پیدا نہ ہو وہ اسام تو نہیں ہو سکتا۔



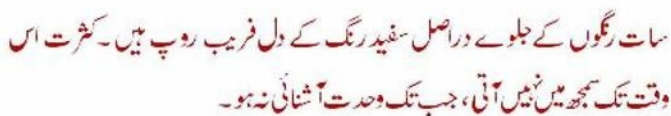


جھوٹے کو سچی بات نہ بتانا۔ اور سچے کے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔

دوست وہ ہے جو تم سے تمہاری خامیاں بیان کرے اور لوگوں سے تمہاری خوبیاں۔

اسام کے شجر کو اتنے پیوند لگائے جا چکے ہیں۔ کہ اس کا اصل رنگ دب کر رہ گیا ہے۔

ہماری خوشیاں شرکت دوست سے دو بالا ہوتی ہیں۔ اور ہمارے غم غمگسار کے تقرب سے کم ہوتے ہیں۔





سب انسانوں میں یکساں آنسو ہیں۔ اور یہ ہی رشتہ انسانوں کا انسانوں کے ساتھ ہے۔



دنیا میں کوئی راز ہمیشہ راز نہیں رہا۔



سامع کا شوق ہی خاموشی کو گویائی عطا کرتا ہے۔

نیازمند کی ہی بے نیازی کا ثبوت ہے۔

رشوت کے مال پر پانے والی اولاد لازمی طور پر باغی ہوگی۔ بے ادب ہوگی، گستاخ ہوگی۔



ہر دن کی قیامت ہر روز شام کو ہو جاتی ہے۔



باطل کوئی نئی دنیا نہیں۔ اسی دنیا کا نیا شعور ہے۔



پیازوں سے نکلنے والے دریا خود سمندر کے لئے پیا سے ہوتے ہیں۔ اور یہ کناروں کی پیاس بجھاتے ہوئے اپنے محبوب ساگر سے واصل ہو کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔



یار جلوہ بن کر دل سے گزرتا ہے۔ اور آنسو بن کر آنکھ سے ٹپکتا ہے۔

کوئی چہرہ بیماری دے جاتا ہے۔ اور کوئی چہرہ شفا عطا فرما جاتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

بخیل اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ وہ ایسا سورج ہے، جس کی روشنی نہیں، ایسا دریا ہے جس میں پانی نہیں۔

ہماری آدھی تقدیر ہمارے اعمال میں ہے اور آدھی ان لوگوں کے اعمال میں جو ہم سے وابستہ ہے۔



کسی جھوٹے انسان نے کبھی کسی صادق کی خواندہ نہیں کی۔

سیاست میں اختلاف رائے بقائے سیاست ہے۔ مخالف رائے کو تباہ کرنے کی آرزو کرنے والا دور عارضی ہوتا ہے۔



کوئی شخص پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کے ہمراہ اس کا مقدر نہ پیدا ہو۔



تقدیر مزاج پیدا کرتی ہے، یہ مزاج خوانش پیدا کرتا ہے۔ خوانش عمل پیدا کرتی ہے۔  
اور عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ نتیجہ تقدیر ہوتا ہے۔



اگر اعمال یہودیوں کے سے ہوں، اور عبادت مسلمانوں کی سی ہو تو نتیجہ کیا ہوگا؟



ہم نے محمود و یاز کے درجے قائم رکھ کر عبادت ادا کی، اس لئے عبادت کی برکت  
زندگی میں شامل نہ ہو سکی۔



یتیم کمال چھین کر حج کرنے والا ظالم، حج کے ثواب سے محروم رہے گا۔



تقریباً ہر فرقے کے پاس ہر دوسرے فرقے کے لئے فتویٰ کفر موجود ہے۔



جس کو زندگی میں کوئی سچا اور سچا دوست نہ ملا ہو، اس جھوٹے انسان نے اپنی بدبختی کے بارے میں اور کیا کہنا ہے۔

دین سے اس طرح محبت کرو، جس طرح دنیا دار، دنیا سے محبت کرتا ہے۔



مسلمانوں کا حج مسلمانوں کے لئے وہ نتیجہ پیدا نہیں کر رہا، اس لئے کہ حج کے موقع پر خرید و فروخت اس مال کی ہوتی ہے، جو یہودیوں کا بنا ہوا ہے۔



بد اعتماد انسان نہ کسی کا رفیق ہوتا ہے، نہ اس کا کوئی حبیب ہوتا ہے۔



آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بد نصیبی کا ثبوت ہے۔

آسمانوں کی راہ ڈھونڈنے والا انسان دل کی دنیا ویران کر چکا ہے۔

کنجوس اپنی دولت کے استعمال سے محروم ہے۔ وہ کسی کے مال کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔



کچھ چیزوں کے بارے بہت کچھ جاننا ممکن ہے۔ بہت سی چیزوں کے بارے میں کچھ  
کچھ جاننا ممکن ہے۔ سب چیزوں کے بارے سب کچھ جاننا ممکن ہے۔



علم اور عمل کے فرق سے اضطراب پیدا ہوتا ہے۔



سکون کی خاطر سفر کرنے والا سکون حاصل نہیں کر سکتا۔ سفر میں سکون کہاں۔ سکون کی  
تلاش، اپنے حالات، اپنے ماحول اور اپنی زندگی سے بیزاری کا اعلان ہے۔





☆☆☆

☆☆☆

خوشی بٹی کی طرح گھر میں پلتی ہے اور جب جوان ہو جائے تو رخصت کر دی جاتی ہے

عقل اور نصیب نہ ہو تو عمل جہالت ہے۔

جس ہیر کو وارث شاہ مل گیا، وہ ہیر گمنامی کے اندھیرے سے ایسی نکلی، کہ ادب کے آسمان پر آفتاب و ماہ تاب بن کے طلوع ہوئی۔

یہ وقت کسی اور وقت کے لئے محنت کا زمانہ ہے۔



اتنا پہلو کہ سہنا مشکل نہ ہو، اتنا حاصل کرو کہ چھوڑنا مشکل نہ ہو۔



سکون قلب آسانشوں کے حصول سے نہیں، اصلاح ایمان سے ہوگا۔



ہم شکم کو دل پر ترجیح دیتے ہیں۔ سکون کیسے ملے۔

انسان اللہ کو بہت پیارے ہوتے ہیں ان سے پیار کرنا چاہیے۔ تاکہ اللہ عزت عطا فرمائے۔



اگر زندگی کا کیا ہوا حاصل، آخرت میں کام نہیں آتا تو اس حاصل کو محرومی کہو۔



ہر آدمی اپنے سے زیادہ دانا کے سامنے بے وقوف ہے، اور آپ کو آپ سے بڑا دانا ہمیشہ ملے گا۔



بہت سارے سوالات سے نکل کر انسان جب ایک سوال میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا سفر واضح ہو جاتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

ہم سے کوئی ہماری عمر پوچھے تو ہم گزری ہوئی عمر بتاتے ہیں، حالانکہ ہماری اصل عمر تو وہ ہے۔ جو باقی ہے۔



ہم شکم کو دل پر ترجیح دیتے ہیں، سکون کیسے ملے۔



ساری کائنات بھی اگر مخالف ہو جائے تو اللہ اور اللہ والوں کو فرق نہیں پرستا۔



درست عقیدے والا ماں درست عقائد کو محبت سے بدل دیتا ہے۔ نفرت اور غصہ عقیدوں کی اصلاح نہیں کر سکتے۔



ہماری لب بندی سے گویائی پیدا ہوتی ہے۔ اور گویائی سے لب بندی بلکہ نظر بندی پیدا ہوتی ہے۔





گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔



زندگی کے بہتے ہوئے دریا میں انسانی چہرے حباب کی صورت ابھرتے اور ڈوبتے رہتے ہیں۔



کتابوں کا مطالعہ ایک اعلیٰ مصروفیت ہے۔ لیکن کتاب زندگی نہیں ہے۔ زندگی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہی ہے۔

بد عالمی سے بے عالمی ہی بہتر ہے۔

ذکر الہی بر اس عمل کو کہیں گے جس کا مد عارضائے الہی ہو۔



زندگی میں مختلف نظریات کا ہونا زندگی کا حسن ہے۔



کمزور عقیدہ الجھتا ہے ہڑتا ہے جھگڑتا ہے۔ لیکن طاقتور اور صحت مند عقائد دوسرے عقائد کو اس طرح ملاتے ہیں۔ جیسے سمندر دریاؤں کو اپنے اندر سمیٹتا ہے۔



ہمیں تحمل سے دوسرے کے نقطہ نظر کو سننا چاہیے۔ اور اس کی خامی کی اصلاح کرنی چاہیے۔

ہم شاید جانتے نہیں کہ ہمارے فیصلوں کے اوپر ایک اور فیصلہ نافذ ہو جایا کرتا ہے۔ یہ وقت کا فیصلہ ہوتا ہے۔



رفاقِ قتل سے محروم انسان بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔



کامیاب انجینئر، کامیاب ڈاکٹر اور کامیاب وکیل کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔

شہرت ایک مستقل ابتلاء ہے جہاں انسانوں کی خوبیاں مشہور ہوتی ہیں۔ وہاں ان کی خامیاں بھی مشہور ہونے لگ جاتی ہیں۔



مہلک مرض وہ ہوتا ہے جس کا انجام موت ہو۔ اور یہ مرض زندگی کا مرض ہے۔



اگر جوانی حدود اور حفاظت میں رہے تو بڑھاپا فاصلے پر ہی رہتا ہے۔



انسان جب قلم کرتا ہے تو اس کی سزایہ ماقی ہے کہ وہ نیند میں مضطرب رہتا ہے۔



اگر انسان وقت ہو جائے تو ہمیشہ رہے گا۔ اگر وقت انسان ہو جائے تو باقی نہ رہے گا۔



طاقت کا کثرت سے استعمال طاقت کو کمزور کر دیتا ہے۔



غیر مملک جانے والوں کے عزیزان کے انتظار میں یہاں پر دیسی ہیں، وہ وہاں پر دیسی۔



ہر چہرے کی ایک صفت ہے اور ہر صفت کا ایک چہرہ ہے۔





انسانی حافظے کا یہ عالم ہے کہ انسان کو پرانے چہرے تو یاد رہتے ہیں، پرانے دوستوں کے نام بھول جاتے ہیں۔



علم کا مخرج نگاہ ہے۔ اور اس کا مدفن کتاب۔



جس زمانے میں انسان کو اپنی ضروریات کے حصول کے لئے دعا کے علاوہ کوئی چارہ میسر نہ ہو وہ زمانہ اضطراب کا زمانہ ہے۔



دوستوں کی اپرواہی دشمن کی اصل قوت ہے۔



سکون کی تلاش اپنے حالات، اپنے ماحول، اور اپنی زندگی سے بیزاری کا نام ہے۔



جسے اپنے دیس میں سکون نہیں ملا اسے پردیس میں کیا اطمینان حاصل ہوگا

اپنے مستقبل پر یقین نہ ہو تو شب بیداری عذاب ہے۔





جب تک کوئی آپ سے نہ پوچھے، مبلغ نہ بنو۔



ہم ہر دن کا ماتم کرتے ہیں۔ اور ہر صبح کو خوش آمدید کہتے ہیں۔



جن لوگوں نے اللہ کو یاد رکھا، لوگوں نے ان کی زندگی کے بعد بھی ان کو یاد رکھا



ہر کامیاب آدمی دوسرے کو ناکام سمجھتا ہے اور یہی اس کی ناکامی کی دلیل ہے۔



کہیں ایسا نہ ہو کہ ناقبت اندیشی میں ہمارا عمل اس بڑھیا کی طرح ہو، جس نے راتوں کو جاگ، جاگ کر سوت کاٹا اور انجام کار خود ہی الجھا دیا۔



لوگ فوری نتیجوں پر غور کرتے ہیں۔ اور اس طرح انتہائی نتائج سے بے خبر رہتے ہیں۔

عالم بیداری ایک خواب کا عالم ہے۔ اور یہ خواب کی طرح ہی گزر جاتا ہے۔

اگر مساجد میں عبادت جاری رہے اور اہل محلہ کی معاشرتی زندگی میں اصلاح کا عمل پیدا نہیں ہوتا، ایسی عبادت قابل غور ہے۔



قوموں کے لئے ممالک ہیں لیکن انسان کے لئے کوئی خطہ نہیں۔

آرزو ممکن ہو یا ناممکن، انتظار، آرزو کا مقدر ہے۔



اچھے مقصد کی محنت اگرنا کام رہے تو بھی کامیاب ہے۔



دنیا دار جس مقام پر بیزار ہوتا ہے، مومن اس مقام پر صبر کرتا ہے۔ اور مومن جس مقام پر صبر کرتا ہے، مقرب اس مقام پر شکر کرتا ہے۔ کیونکہ یہی مقام وصال حق کا مقام ہے۔



جس کو محنت میں خوشی محسوس ہو، وہ صلاحیت والا ہوتا ہے۔

گڈ ریا سو جائے تو بھیڑیے ریورز کھا جاتے ہیں۔

جو جس کا خیال ہے وہ ہی اس کا حال ہے۔

بادشاہ کو صرف نیک نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اہل بھی ہونا چاہیے۔



انسان زندہ ہونے کے باوجود زندگی کو نہیں سمجھ سکتا، وہ مرے بغیر موت کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔



جس کو خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔



ماں کا چہرہ بچے کے لئے اس اجنبی دیس میں انسیت، مانوسیت، اور اپنائیت کا واحد ذریعہ ہے۔





غزوہ اس صفت کو کہتے ہیں۔ جو مٹ جائے یا مٹ سکے۔



ہم معلوم کو علم کہتے ہیں۔ حالانکہ نامعلوم اور نامعلوم بھی علم ہے۔



بے حرکت زندگی نباتات کی زندگی ہے۔



کسی چیز کو حاصل کرنے کی خواندہش یا کسی شے سے نجات کی خواندہش ہی باعث بے قراری ہے۔



مستقبل کو ماضی بنانے والے زمانے کو حال کہتے ہیں۔



کل کا غم آج کی مسرت ہے۔ اور آج کی خوشی نہ جانے کب آنسو بن کر بہہ جائے۔



آننے میں ایک اصل ہے اور دوسرا عکس ہے، اور اصل عکس کا عکس ہے۔



خوابنش اور حصول کے درمیان فی فاصلے کو انتظار کہتے ہیں۔



☆☆☆

☆☆☆

انسان زندگی کے سکون کی خاطر شادی کرتا ہے۔ اور شادی اس کے لئے مسائل پیدا کرتی ہے۔

جب جسم جسمانی طور پر عمل کر رہا ہوتا ہے تو خیال، خیال کے طور پر بند ہو جاتا ہے۔





جو کبھی تھا اب بھی ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔



انسان کے علم نے اسے ان یادوں میں بھی شریک کیا ہے۔ جو اس کی اپنی ذاتی نہیں۔



ہر کربلا، ایک ہی کربلا ہے۔ صداقت کا قافلہ جس مرحلے سے گزرا، ہمیشہ اسی مرحلے سے گزرتا رہا ہے۔



میں اور میرے ساجدین اور منکر مجدد سب فانی ہیں۔



☆☆☆

☆☆☆

یہ عجبات ہیں کہ اسام بہت پہلے مکمل ہو چکا، لیکن وضاحت ابھی جاری ہے۔



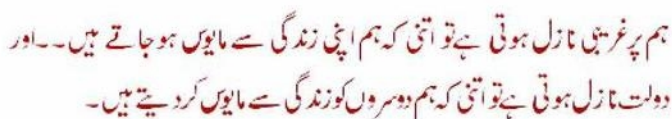
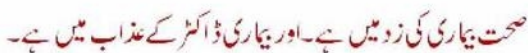
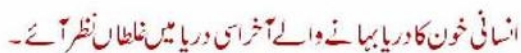
☆☆☆

☆☆☆

سختی تب سخاوت کر سکے گا جب سائل بھی موجود ہو۔

انسان مسرت کدوں میں خوش نظر آتا ہے۔ اور عمکدوں میں تنہا ہے۔ اس کا پنا گھر  
وعوتوں میں جگمگاتا ہے۔ اور تنہائیوں میں ٹٹماتا ہے۔

مقابلہ انسان میں نفرت کا جج ہوتا ہے۔ اور مقابلے کی انتہائی شکل جنگ ہے۔



اگر خوف زدہ انسان بے خوف ہو جائے تو خوف زدہ کرنے والے کی طاقت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔





☆☆☆

شہر بھرے کے بھرے رہتے ہیں لیکن ہر دس سال بعد چہرے تبدیل ہو جاتے ہیں۔



زمین کا انتقال کراتے، کراتے ہمارا اپنا انتقال ہو جاتا ہے۔



صحیح صادق ہو یا کاذب نور کا پرتو ہے۔



مسلمانوں کو عبادات کے مفہوم سے ماحقہ آگاہ کرنے کے لئے حضور اکرم نے اپنی حیات مبارکہ میں عملی کردار ادا فرمایا۔ عبادت کے اس مفہوم میں نہ اضافے کی گنجائش ہے نہ تخفیف کی۔



دنیا میں اگر کوئی شے ناممکن ہے تو وہ ہم رنگی و یک رنگی عقیدہ ہے۔



گنج مخفی آشکار نہ ہو تو گنج کیسے کہا جائے۔



اللہ ایسا رازق ہے کہ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے رزق کا انتظام کر چکا ہوتا ہے۔

☆☆☆

کسی کے احسان کو اپنا حق نہیں سمجھ لینا چاہیے۔



☆☆☆

☆☆☆

انسان موت دیکھے تو زندگی بھول جاتی ہے۔ زندگی دیکھے تو موت یاد نہیں رہتی۔



جب مذکور تک پہنچ جاؤ تو پھر ذکر نہ کرنا



اگر صاحب مرتبہ شخص لوگوں کی خدمت میں مصروف ہو تو سمجھو کہ اس کا یہ مرتبہ انعام ہے۔



گدا گروہ ہوتا ہے، جو ہر روز ایک مقام پر ایک جیسی صدا لگاتا ہے۔



قوت فیصلہ کی کمزوری انسان کو تذبذب میں ڈال دیتی ہے۔



سکون خواناش سے نہیں نصیب سے ملتا ہے۔



ہر مقام بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی اور کوئی مقام نہ مشرق ہے نہ مغرب۔





☆☆☆

☆☆☆

مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوب جانے والا سورج دراصل نہ کہیں سے نکلتا ہے۔ نہ ڈوبتا ہے۔

میں یہ دعا نہیں کرتا کہ دشمن مر جائے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ دوست زندہ ہو جائیں۔

☆☆☆





خوش نصیب وہ لوگ ہیں جن کو صرف ایک راستے کا سفر ملا۔ ان کو کسی موڑ پر کسی دورا ہے پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔



شادی کے فیصلے کے وقت لوگ ماضی کے علم سے مستقبل کا سفر شروع کرتے ہیں۔ یہیں پر فیصلہ غلطی کا شکار ہوتا ہے۔



کسی کا کہا ہو کسی اور کا علم ہے۔ ایک کا چہرہ دوسرے کی تمنا ہے۔ دل اپنا ہوتا ہے اور اس میں در دوسروں کا ہوتا ہے۔

دل بجھ جائے تو شہرِ تمنا کے چراغوں سے روشنی حاصل نہیں ہوتی۔

آج کے انسان کا شعور بین الاقوامی ہے۔ اور مفادات قومی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان وہ نہیں جو وہ ہے۔

انظر اس فاصلے کا نام ہے جس کے کٹ جانے کی امید ہو۔

برے مقاصد کے لئے نعمت اگر کامیاب بھی ہو جائے تو بھی ناکام ہے۔



جب انسان کو اس حقیقت کا علم ہو جائے۔ کہ وہ جن لوگوں میں مشہور ہے۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں تو یہ ناموری ایک تہمت سے کم نہیں۔

جتنے عظیم لوگ تھے وہ غیر عظیم زمانوں میں آئے۔

مجبور انسان اپنے جائز حق سے دست بردار ہونا ہی اپنے حق میں بہتر سمجھتا ہے۔

چراغ صداقت آنڈھیوں اور اندھیروں کی یاغاریں ہمیشہ جلتا ہے۔

غریبی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مایوس، ایک پر امید۔ مایوس غریب کفر کے قریب ہوتا ہے۔ اور پر امید غریب غربت کی بدولت، اللہ کے حبیب کے قریب ہوتا ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

غور سے دیکھا جائے تو کمرائے کے مکان میں رہنے والا ساری عمر خود کو پردیسی سمجھتا ہے۔



اگر سانس لینا فرض ہے تو سانس کی حفاظت عبادت ہے۔



اختلاف کو اعلیٰ ظرفی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا بقائے حیات ہے۔



ہم خلاؤں میں نہیں رہتے اگر خلاؤں میں بھی رہنے لگیں تو رابطہ کنٹرول ناواری سے رہے گا۔



گلاب، گلاب ہے عمل کرے یا نہ کرے۔ کانٹا، کانٹا ہی رہے گا چاہے کتنی ہی محنت کرے۔



ٹیکلی کے سفر میں جہاں بھی آخری سانس آئے۔ وہ ہی منزل ہے۔



جھوٹے معاشرے میں عزت دراصل بدنامی ہے۔





☆☆☆

☆☆☆

انسان تو خدا کی بھی عزت نہیں کرتے۔ حاکم کی کیا پرواہ کریں گے۔

کوئی زندگی ایسی نہیں جو اپنی آرزو اپنی حاصل میں مکمل ہو، کبھی آرزو بڑھ جاتی ہے  
کبھی حاصل کم رہ جاتا ہے۔

کوئی چہرہ بیماری دے جاتا ہے۔ اور کوئی چہرہ شفا عطا فرما جاتا ہے۔

انسان خوش ہوتا ہے کہ اس کی دولت بڑھتی جا رہی ہے۔ اور وہ بھول جاتا ہے کہ اس کی عمر گھٹتی جا رہی ہے۔



جس کو آپ یاد کر رہے ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی صورت آپ کو یاد کر رہا ہے۔



جھوٹا آدمی اگر سچ بھی بولے تو وہ سچ بے اثر ہو جائے گا۔



علم اور عمل کے درمیان فاصلہ کم کرنا شریعت بھی ہے اور ولایت بھی۔

دشمنان اسلام متحد ہیں اور مسلمان متحد نہیں۔



صرف بزرگوں کی یاد منانے سے بزرگوں کا فیض نہیں ملتا۔ بزرگوں کے بتائے ہوئے  
راستے پر چلنے سے بات بنتی ہے۔



ذکر بہار تو فصل بہار نہیں۔



دریا کا مقصد اگر وصال بحر ہے تو یہ منزل صرف سمندر کے نام کا وظیفہ پڑھنے سے  
حاصل نہیں ہوتی۔

بادشاہوں نے بادشاہی چھوڑ کر درویشی تو قبول کی، لیکن کسی درویش نے درویشی چھوڑ کر بادشاہی قبول نہیں کی۔





اگر چہ یا مالک کے گھر میں پنجرے کے اندر بھوک سے مر جائے تو چہ یا کا بنانے والا  
آسمانوں سے قبر نازل کرتا ہے۔



ہمارا نظریہ اپنی جگہ درست، لیکن دوسروں کے نظریات ان کے لئے اتنے ہی مقدس  
اور بامعنی ہیں۔



جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا۔ اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔

دن اور رات ایک ہی سورج کے دو روپ ہیں۔

منزل نصیب ہو جائے تو سفر کی صعوبتیں کامیابی کا حصہ کہلاتی ہیں۔



غم کمزور فطرتوں کا راکب ہے اور طاقتور انسان کا مرکب۔



حسرت ما تمام آرزو کا نام ہے۔



اندیشہ آنے والے زمانے سے ہوتا ہے۔ اگر حال پر نگاہ رکھی جائے تو مستقبل کے اندیشے کم ہو جاتے ہیں۔

بیمار دو خزاؤں کے درمیانی وقفے کا نام ہے۔ اور خزاں دو بیماریوں کے درمیانی زمانے کا نام ہے۔

کوئی کسی کی خوراک کی ضرورت پوری کیے بغیر اس سے خوراک کی آرزو چھین نہیں سکتا

عزت سماج پر رعب کا نام نہیں۔ سماج کی خدمت کا نام ہے۔

اگر علم عمل کا شاہد نہ ہو تو علم حجاب اکبر ہے۔





گرمی بازار دوکان دار کے دم سے نہیں خریدار کی مرہون منت ہے۔



آرزو کا سفر مرگ آرزو تک ہے۔ جو حاصل ہو گیا اس کی تمنا ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو حاصل نہ ہو سکے وہ ایک حسرت ما تمام بن کر دم توڑتی ہے۔



نیکی کی آرزو نا کام ہو تب بھی نیکی ہی ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

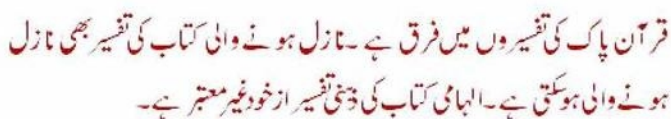
رات کا اعجاز یہ ہے کہ آج بھی پکارنے والوں کو جواب ملتا ہے۔

سانس کا سفر ختم ہو جاتا ہے اُس کا سفر باقی رہتا ہے۔

چیونٹی صبح سے شام تک محنت کرتی ہے۔ اور اس کی کامیابی یہ ہے کہ خاک راہ سے رزق مل جائے۔

اگر عذاب آنے والا ہو، اور آیا نہ ہو تو یہ ہی وقت ہے دعا کا۔

جوانی ہاتھ سے یوں اڑ جاتی ہے، جیسے مہندی کا رنگ، بڑھاپا آتا ہے تو بس ٹھرنے کے لئے، ہمیشہ، ہمیشہ کے لئے۔



آرزو حاصل سے بڑھ جائے تو انسان غریب، حاصل آرزو سے بڑھ جائے تو امیر، حاصل اور آرزو برابر ہوں تو متوکل۔



ترقی خوبصورت اثاثوں کا نام نہیں، بلکہ خوبصورت احساس کا نام ہے۔



اشیا کا اقرب ہمیں افراد سے دور لے جا رہا ہے۔



اللہ کا حکم نہ مان کر ہمیں بڑے حکم ماننے پڑتے ہیں۔



انسان طاقت کی دلیل استعمال کرتا ہے اگر یہ طاقت کام نہ آئے تو وہ طاقت کی دلیل استعمال کرتا ہے۔

مفید چیز مقدار میں بڑھ جائے تو غیر مفید ہو جاتی ہے۔



کسی طاقت کا منکر اس کا ابلیس کہاتا ہے۔



استاد کا خوف طالب علم کو علم کی لگن دے سکتا ہے۔ اگر یہ خوف حد سے بڑھ جائے تو طالب علم میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتا ہے۔



غلامی خوف کا دوسرا نام ہے۔

غریبی کے اندیشے سے نکل کر تم اور بڑے اندیشوں میں مبتلا ہو چکے ہو۔

وجودِ مٹی سے آتا ہے، مٹی کے دیس میں لوٹ جائے گا۔ روحِ آسمان یا لامکاں سے آتی ہے۔ وہ وہاں پرواز کر جائے گی۔ اور پھر قرار آئے گا۔

جب ہماری تمنا کے پاؤں حاصل کی چادر سے باہر نکل آتے ہیں تو ہمیں سکون نہیں ملتا۔



ڈوبنے والے سے اس کی مدد سے پہلے اس کا عقیدہ پوچھنا ظلم ہے۔



انسان اپنی پسند کو حاصل کر لے۔ یا اپنے حاصل کو پسند کر لے، تو حسرت نہیں رہتی۔



نوکر پیشہ لوگ تنخواہ کے دن کا انتظار کرتے ہیں۔ اور اس انتظار میں مہینہ گزارنے کے عذاب کو انتظار کہتے ہیں۔



انسان کب پیری میں داخل ہوتا ہے۔۔ کب جوانی کو الوداع کہتا ہے۔۔ جب اس کو بیٹا کہنے والا کوئی نہ ہو۔



**THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM  
SHAAHISHAYARI.COM**

**LARGEST COLLECTION OF URDU  
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.**

اگر ایک عابد ڈاکٹر مریضوں کے حق میں صحیح نہیں ہو اس کے لئے اس کی عبادت  
منفعت نہ لائے گی۔

موت و دہشت اور دہشت و موت میں اپنی اپنی اولاد کو مودت و پیار سے پالے گی۔

مستقبل کا خیال رہے تو انسان جوان ہے اور اگر صرف ماضی کی یاد ہی باقی ہو تو انسان بوڑھا ہے۔



گناہ گار کا گناہ ناجزی پیدا کر رہا ہو تو وہ بیچ سکتا ہے۔



چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نیکی نہ سمجھنا اور چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا۔



اگر یہ پتا ہو کہ تمہاری دیر بعد سب بکرے فوج ہو جائیں گے تو اب کیا لڑنا۔

اگر آج کے انسان کو دولت اور خدا میں سے ایک کو چننا پڑے تو وہ دولت کو قبول کر لے گا۔

فطرت کے عطیات میں سب سے بڑا عطیہ پرسکون نیند ہے۔



ماں کی دعا و شست ہستی میں سایہ ابر ہے۔



☆☆☆

اگر خوانش اور حاصل کا فرق مٹ جائے تو سکون مل جاتا ہے۔

اللہ کے قریب کر دینے والا غم دور کر دینے والی خوشیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

ہمارا اصل دلیس ہمارے پاؤں کے نیچے مٹی میں ہے۔ یا سر کے اوپر آسمان میں۔



☆☆☆

☆☆☆

ہم کسی کی دعا کی تاثیر ہیں۔ ہماری دعا میں کسی اور زمانے کو اثر دیں گی۔





☆☆☆

☆☆☆

انسان کا یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اس کے اپنے ہی اسے بیگانہ دلیس بھیج دیتے ہیں۔ اور پھر اس کی جدائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

خوراک جسمانی طاقت کے لئے ضروری ہے، لیکن اگر خوراک کا استعمال حد سے بڑھ جائے تو صحت کی تباہی کی علامت ہے۔



اللہ کے خوف سے اپنی زندگی سے وہ کام نکال دو، جو اللہ کے خوف کا باعث ہو سکتا ہے

جب عذاب آنے کا وقت ہو تو تو بہ چھن جاتی ہے۔

نینہ زندگی کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں موت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔



اللہ والے خیال کے جرم یا خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے۔ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کفر تک ہے۔



اگر دو آدمی ایک دوسرے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے یا نہیں کرنا چاہتے تو انہیں ایک دوسرے کے لئے اضافی بوجھ نہیں بننا چاہیے۔



وہ پرندے جو سرد علاقوں سے گرم علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی نگاہوں کی گرمی سے انڈوں کو گرم رکھتے ہیں۔ انہیں سیٹے ہیں۔



خیال عادل نہ ہو تو عمل عادل نہیں ہو سکتا۔



مخبر کا انتظار کرو آپ میں سے ہی آپ کے آس پاس آپ جیسا انسان نہ جانے کب  
کہاں بولنا شروع کر دے، سماعت متوجہ رکھو۔



تاریخ کو یاد رکھنے کی بجائے تاریخ بنانے کی فکر کرنا چاہیے۔

یتیم کا مال کھانے والا ہزار یتیم خانے بنائے، سکون نہیں پائے گا۔

بڑی قومیں جب طاقت کی دھمکی دیتی ہیں تو اس کا مفہوم مہذب دنیا کی مکمل تباہی کے قریب ہوتا ہے۔

اندیشہ امید سے ملتا ہے۔ امید رحمت پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔





آرزو اور استعداد کے فرق سے حسرت پیدا ہوتی ہے۔



انسان، انسان کا مطالعہ چھوڑ کر کائنات دریافت کرنے چلا ہے۔ اور کائنات کی عظیم  
والامحدود وسعتموں میں تنہائی کے سوا کیا ملے گا۔



اگر تمنا ہو س پرستی بن جائے تو انتظار عذاب ہے۔

موت سے بچنے کی کوشش نے ہی انسان کو ہلاک کر دیا ہے۔



اگر جوانی میں انسان اپنے مستقبل کا خیال رکھے تو بڑھاپے میں حسرتوں کا شمار بہت کم ہوتا ہے۔



خواب کو حقیقت مان لیا جائے تو تعبیر کی حقیقت ایک اور خواب بن کے رہ جاتی ہے۔



وحدت کے جلوے کثرت میں پنہاں ہیں۔ لیکن اس کے سمجھنے کے لئے احتیاط اور استاد کامل کی ضرورت ہے۔

پیسہ آتا ہے غرور دینے کے لئے، اور جاتا ہے مسکینی دے کر۔

بڑے بڑوں کی بڑی، بڑی خدمت کرنے کی بجائے چھوٹے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ضرورت پوری کر دی جائے۔

اسلام صرف روایات کا نام نہیں۔ صرف احکام اور ارشادات کا نام نہیں۔ مسلمانوں کے متفقہ عمل کا نام بھی اسلام ہے۔

اگر حال محفوظ ہو جائے تو ہمارا مستقبل محفوظ۔

ہر انسان دوسرے انسان کی ضرورت کا خیال رکھے تو عقائد کا تضاد ختم ہو



THE END.....اختتام

اپنے آپ کو بد نصیب کہنے کے گناہ سے بچتے رہو۔

دور کا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو قریب نہ آ سکے



آپ کی قیامت اس دن آجائے گی، جس دن آپ نہیں ہوں گے۔



دعا کرو تم اس عبادت سے بچ جاؤ۔ جس میں اللہ کا قرب نہ ملے۔



شیطان اس لئے شیطان بنا، کہ اس نے عبادت کو تو مانا، لیکن معبود کو نہیں مانا۔

اپنے آپ کو بد نصیب کہنے کے گناہ سے بچتے رہو۔

لوگوں سے الگ رہ کے سوچو گے تو لوگوں سے الگ سوچ مل جائے گی۔

انسان کے پاس جتنے امکانات ہیں۔ وہ سب کے سب اس لئے بھی پورے نہیں ہو سکتے، کہ زندگی کے اپنے ٹھہرنے کے امکانات کم ہیں۔

بولنے والی زبان، سننے والے کان کی محتاج ہے۔



ہر آواز کا ایک انجام ہوگا۔ اور ہر انجام کسی آغاز پر منتج ہوگا۔



☆☆☆

☆☆☆

دس کروڑ غلام مسلمان آزاد مملکت حاصل کر گئے۔ اور آج دس کروڑ مسلمان اس مملکت اور اس کی حفاظت کرنے کا حق ادا نہیں کر رہے۔

عجائبات دہر میں سب سے بڑا عجوبہ آنکھ ہے۔

انسان اپنا بہت کچھ بدل سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شکل بھی تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ فطرت نہیں بدل سکتا۔



اگر ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا، اس نے آپ کو دیکھا اور خاموشی سے آپ کی زندگی اور آپ کی حفاظت کے بارے میں دعا کر دی تو اس سے دل کا رابطہ قائم ہو گیا۔



حق والے کو اس کا صحیح حق مل جاتا ہی عدل ہے۔



دنیا میں سب سے آسان کام نصیحت کرنا ہے اور سب سے مشکل کام نصیحت پر عمل کرنا ہے۔



استعداد اسے زیادہ کی تمنا، ہلاکت ہے، اور استعداد اسے کم کی خواندہ کی آسودگی ہے



حق کیا ہے، استعداد کے مطابق حاصل، احسان کیا ہے حق سے زیادہ حاصل، محرومی کیا ہے حق سے کم حاصل۔



آنسو قرب کا ثبوت ہیں، جب روح کا روح سے وصال ہوتا ہے تو آپ کو آنسو آجاتے ہیں۔

زبان اور کان کے استعمال سے پہلے آنکھوں کا استعمال کرنا چاہیے۔

ہم ایک محدود رسائی کی آنکھ سے الامداد و منظر کو دیکھتے ہیں اور پھر فوراً فیصلہ کر دیتے ہیں، کہ ہم زمین کی وسعتوں میں پھرے، سمندروں کی تہہ تک پہنچے، خلاؤں کا چپہ، چپہ چھان مارا۔ ہمیں کوئی خدا نہیں ملا۔

اگر انسان کے اعمال اپنے منطقی نتائج پر منتج ہوں، تو رحمت کا لفظ کوئی معنی نہیں رکھتا۔



جن لوگوں کو اللہ کی معرفت ہوئی، انہوں نے یہ ہی اعلان فرمایا کہ حق معرفت ادا کرنا  
انسان کے بس کی بات نہیں۔



آپ ﷺ کی ذات گرامی اتنی مکمل ہے کہ آپ ﷺ کے دم سے ہی صفات کی تکمیل  
ہوگی۔



خواب نہ چھوڑے جاسکتے ہیں۔ نہ پورے کیے جاسکتے ہیں۔۔۔ بس دیکھے جاسکتے ہیں۔





جس کا آغاز نہیں، اس کا انجام نہیں ہو سکتا، اللہ ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد ہے۔



دراصل خود پسندی اور خود پرستی کا منطقی نتیجہ اپنے آپ سے اور دوسروں سے بیزاری ہے



مقصد سے حاصل تک سارا سفر تمام کیفیات، تمام آسائشوں اور تکلیفوں سمیت منزل ہی کہا جاتا ہے۔



جب انسان کے دوست اور اس کے دشمنوں میں فرق باقی نہ رہے تو اسے جینے اور مرنے کے درمیان کیا فرق معلوم ہوگا۔



آدمی مر جاتا ہے، اور زندگی پھر بھی زندہ رہتی ہے۔



ہم وقت سے پیچھے رہ جاتے ہیں، یا خوابوں میں وقت سے آگے نکل جاتے ہیں۔ لیکن وقت کے ساتھ، ساتھ کیوں نہیں چلتے۔



☆☆☆

☆☆☆

انسان ہمیشہ مسافر خانوں میں آباد رہنا چاہتا ہے۔ قبرستان میں کھڑے ہو کر اپنے ہمیشہ رہنے کا بے بنیاد دعوٰی کرتا ہے۔

میں مزارات کے بارے میں سوچتا ہوں، خانقاہوں کے بارے میں سوچتا ہوں۔ یا اللہ یہ کون لوگ تھے۔ کہ جن کے ہاں مرجانے کے بعد بھی میلہ لگا رہتا ہے۔



الفاظ سے مضمون اور مضامین سے الفاظ کے رشتوں کا علم ہی انسان کو معترف بناتا ہے۔



قانون تو یہ ہے کہ محنت کرنے سے رزق ملے گا۔ لیکن جب دینے والا چاہے تو بے حساب دے دیتا ہے۔



ہم لوگ اسی سائل کو جھڑکی دیتے ہیں، جسے ہم کچھ نہیں دیتے۔ ایک تو اس کی مدد نہیں کرتے، دوسرے اس کی تذلیل کرتے ہیں، اور تیسرے اس غرور کا اظہار کرتے ہیں، جو ہمیں اپنے مرتبے پر ہے۔



ہم خوش فہمیوں اور خوش گپیوں میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں۔ کہ انجام نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ضمیر کی آواز اس خواب گراں سے بیدار کرتی ہے۔



جب محروم اور غریب اس مقام پر پہنچا دیا جائے، کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے لگے۔ تو وہ وقت امراء کے لئے آغاز عبرت کا وقت ہوتا ہے۔



اصل جلوہ نظر آنے والے جلوے کے برعکس بھی ہو سکتا ہے

چھن جانے کے بعد جس مقام کی دوبارہ تلاش شروع ہو جائے وہی مقام انسان کا بہشت ہے۔

جس دور میں انسان کو حقوق کے حصول کے لئے جہاد کرنا پڑے اسے جبر کا دور کہتے ہیں۔ اور اگر حقوق کے لئے صرف دعا کا سہارا ہی باقی رہ جائے تو اسے ظلم کا زمانہ کہتے ہیں۔



آپ کے سانس گنتی کے مقرر ہو چکے ہیں، نہ کوئی حادثہ آپ کو پہلے مار سکتا ہے۔ نہ کوئی حفاظت آپ کو دیر تک زندہ رکھ سکتی ہے۔

آج کے انسان کے پاس اپنے لئے بھی وقت نہیں ہے۔

جس آدمی کو قلم کی طاقت عطا کی گئی، اس سے یہ پوچھا جائے گا، کہ اس نے اپنی تحریر کس سمت میں استعمال کی۔

رات سورج جی کے ایک انداز کا نام ہے۔

وقت کٹ جائے اور فاصلہ نہ کٹے تو زندہ رہنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟



مغرب کے پاس پیسہ ہے اور دین نہیں، ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔

کائنات کا کوئی اصول ایسا نہیں، جس میں استثنائے ہو۔





جہاں ایک دور ختم ہوتا ہے، وہیں سے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔



ضمیر کی آواز پر کان نہ دھرنے والے بڑے بڑے محامات میں رہنے کے باوجود اپنے پیچھے ویرانیاں چھوڑ گئے۔



دشمن کبھی طاقتور نہیں ہوتا، بس دوست ہی چھوڑ جاتے ہیں۔





جب ذہن پختہ ہو جائے تو اصلاح کا امکان کم ہو جاتا ہے۔



بد نصیب ہیں وہ مسافر جو ادھے سفر کے بعد ذوق سفر سے محروم ہو جاتے ہیں۔



ہم سفر آدمی اگر ہم فطرت نہ ہو تو ساتھ کبھی منزل تک نہیں پہنچتا۔



جھوٹے معاشرے میں عزت کے نام سے مشہور ہونے والا آدمی دراصل ذلت میں ہے۔



دعا یہ کرو کہ اے اللہ جو تو نے دینا ہے، وہ بغیر مانگے دے۔ اور جو کچھ تو نے نہیں دینا۔ اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے



فانی کی محبت فنا پیدا کر دے گی، باقی کی محبت بقاء پیدا کرے گی۔



وہ زمانہ جس میں کچھ لوگ حق سے محروم ہوں۔ اور کچھ لوگ حق سے زیادہ حاصل کریں،  
، افراتفری کا زمانہ کہلاتا ہے۔ جہاں ہر شے ہرجس، ایک ہی دام فروخت ہونے لگے  
، اسے اندھیر نگری کہتے ہیں۔



ہزار محنت کی جائے ہزار استاد، رکھے جائیں، شعر اس وقت تک موزوں نہیں  
ہوگا، جب تک انسان کے باطن میں شعریت اور نغمگی نہ ہو۔



اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں کسی مصنف کو نہیں مانتا، کسی کیائے سعادت کو نہیں مانتا، یا  
کسی نہج البلاغت کو نہیں مانتا، یا کسی کشف المعجوب کو نہیں مانتا کہ ان کے مصنف مر  
گئے یا ختم ہو گئے تو ادب سے یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ قرآن کو کیسے زندہ کلام مانتے  
ہو، اور حدیث کو کیسے زندہ کلام مانتے ہو۔

تم کیسے نظر آؤ گے اس دن جب عمل تبدیل کرنے کا موقع نہ دیا جائے گا۔ جب تو بہ کا لفظ تو ہوگا۔ لیکن اس کے معنی نہ ہوں گے۔

وہ لوگ جو لذت خطابت میں آکر لوگوں کو غلط راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اپنے لئے مصیبت مرتب کر رہے ہیں۔









ایک گھر میں پانے والے جڑواں بھائی بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔



دھا گاٹھ جائے تو اسے جوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن گرہ ضرور لگ جاتی ہے۔



جو شخص اللہ کے ہاں جتنا محبوب ہوگا۔ اس کے لئے انسانوں کی دنیا اتنی ہی محبوب ہو گی۔ اس لئے جو انسان محبوب رب العالمین ﷺ ہے وہ ہی انسان رحمت اللعالمین ﷺ ہے۔



اخلاقیات کا مذہب مذہب ہی نہیں، یہ ہر آدمی اور ہر انسان کا اپنا مذہب ہو جاتا ہے۔  
مذہب کی اخلاقیات ہر دور کے لئے، ہر زمانے کے لئے ایک خوبصورت نتیجہ  
حاصل کرتی ہے۔



انسان اپنے آپ کو خواہشات کے پتھر میں چنوا تا رہتا ہے۔ اور جب آخری پتھر اس کی  
سانس روکنے لگتا ہے تو پھر وہ شور مچاتا ہے۔



کیا ایسا ممکن نہیں کہ شاہی مسجد کا امام گورنر ہو یا گورنر شاہی مسجد کی امامت کے فرائض ادا  
کریں۔



تیری آنکھ نظاروں کا ایک حصہ ہے۔ یہ نہ ہو تو نظاروں کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔



کسی معاشرے میں استعمال ہونے والے الفاظ کا بغور مطالعہ کرنے سے اس معاشرے کا اخلاقی معیار واضح ہو جاتا ہے۔



کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہونے والا زندگی بھر مسلمان رہتا ہے، اگر اسلام سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی مسلمان ہی رہتا ہے۔

پیغمبر کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ماں باپ اور اساتذہ کا ہے۔





معاشرے انسان کو جنم دیتے ہیں۔ اور انسان معاشرے کو جنم دیتا ہے۔



جب آپ اپنے ماضی کو حال پر فوقیت دیتے ہیں تو آپ مذہبی آدمی بن جاتے ہیں۔ جب مستقبل کو فوقیت دیتے ہیں تو پھر سائنسی آدمی بن جاتے ہیں۔ سائنس ماضی سے نجات پاتی ہے، جب کہ مذہب ماضی کی طرف رجوع کرتا ہے۔



جو کسی مقصد کے لئے مرتے ہیں۔ وہ مرتے نہیں ہیں، اور جو بے مقصد جیتے ہیں۔ وہ جیتے نہیں ہیں۔

رونے والی آنکھ قرب حق کے ذرائع میں سب سے بڑا ذریعہ ہے۔



ایک دوسرے کے حقوق کے احترام سے ہی سماج میں قیام پیدا ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کو دعویٰ ہو سکتا ہے کہ وہ عمل سے نیت کو پہچان سکتے ہیں۔ اسی بے بنیاد دعویٰ کی قطعی نفی کے لئے ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اعمال نیت سے ہیں۔



☆☆☆

☆☆☆

ایسی آرزو جس کے حاصل کرنے کی خواندہ ہو اور اس کا استحقاق نہ ہو رحمت کے انتظار میں پل جاتی ہے۔



☆☆☆

☆☆☆

نبوت اخلاق کا نتیجہ نہیں، اخلاق نبوت کی عطا ہے۔



بے رنگ زمین میں ہم بے رنگ چیخ بوتے ہیں۔ اسے بے رنگ پانی دیتے ہیں، اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد اس سے رنگ، رنگ کے پھول کھاتے ہیں۔

اگر البیات کو اخلاقیات سے نکال دیا جائے تو تنہائی کے جرائم، جرائم ہی نہیں رہیں گے۔



بے شمار لوگ محنت کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں اور کوئی چکی ان کے لئے آنا نہیں  
پیتی۔



ذاتی مقصد، ملی مقصد سے متصادم ہو تو بھی بے معنی اور دینی مقصد سے مختلف ہو تو بھی  
بے مقصد۔



مصنفین اپنی کتابوں کی شکل میں اپنے مرنے کے بعد بھی اپنے چاہنے والوں کی  
انہری کی میں محفوظ رہتے ہیں۔





☆☆☆

★ ★ ★

ماں باپ کے حکم کی اطاعت حضور ﷺ کے فرمان اور اللہ کے فرمان کے عین مطابق ہے۔



وہ شخص مر گیا جو کسی کے دل میں نہ رہا۔ آدمی کب مرتا ہے۔ جب دل سے اترتا ہے۔  
- زندہ کب ہوتا ہے جب دل میں اترتا ہے۔



ایسا کوئی نہیں ملے گا۔ جو اسلام کی ایسی تعریف پیش کرے۔ جس سے سارے پاکستانی مسلمان ثابت ہو جائیں۔ ناممکن ہے آدمی لوگ تو ضرور کافر ثابت ہوتے ہیں۔



مسلمان وہ ہے جو ہندو کی نگاہ میں مسلمان ہو۔



☆☆☆

☆☆☆

فرشتوں اور جنوں کے پاس عبادت تو ہے۔ لیکن محبت اور عشق کی مستی انسان کا نصیب ہے۔

جھوٹے لوگ سچ بولیں تو جھوٹ ہے۔ وہ کوئی صحیح فیصلہ کریں تو بھی غلط ہے۔ وہ کسی صحیح منزل کی نشان دہی کریں۔ تو بھی نتیجہ غلط ہوگا۔



☆☆☆

☆☆☆

یونان نے روم کو فتح کر لیا اور رومیوں کی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر فاتح یونانی ان کے شاگرد ہو گئے۔ ان سے سیکھنے لگ گئے۔ فاتح ہونے کے بعد ان کے غلام ہو گئے۔

نصیحت کرنے والا مخلص نہ ہو تو نصیحت بھی ایک پیشہ ہے۔

عبادت وہ ہے جو معبود کو منظور ہو جائے، ورنہ کروڑوں سال کی عبادت ایک سجدہ نہ کرنے سے ضائع ہوتی دیکھی گئی۔



توبہ کر لی جائے تو ایک اچھے وقت کا آغاز ہو سکتا ہے۔



آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیائے کرام اور مصلحین عالم میں واضح طور پر اس لئے ممتاز ہے کہ آپ ﷺ کا عمل آپ ﷺ کے علم کا شاہد ہے۔



میری میز پر ایک رنگ برنگے سجائے اخبار کی خاطر دنیا کتنے حادثات سے گزر جاتی ہے۔





جو یہ نہ بن سکا، اسے وہ بنا پڑا۔



ہم دوستوں کے دوستوں کو دوست سمجھتے ہیں۔ اور انکے دشمن کو دشمن، حالانکہ ہمارا، ان سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔



زندگی کے ڈرامے میں اس کھیل کا مصنف وہ چاہے جو ڈرامے کو تکمیل تک پہنچا دے۔



جو ایک نے کھویا وہ دوسرے نے پایا۔



عجیب بات ہے کہ جسے ایک انسان تلاش کرتا۔ دوسرا اسی سے نجات چاہتا ہے۔



اب بھی دنیا کی امید اور انسان کے مستقبل کا امکان تہذیب، مشرق میں ہے۔

آج بھی اس بے جان زمین میں جب کوئی مردہ بطور امانت دفن کیا جاتا ہے۔ تو وہ محفوظ رہ جاتا ہے۔

مذہب دراصل اخلاقیات میں الہیات کا شامل ہونا ہے۔